ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ماخذ تحقیقی مجلہ

ڈاکٹر واصف لطیف

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور ۔

ڈاکٹر افتخار احمد سلہری

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ پنجابی، جی سی یونیورسٹی، لاہور ۔

صبح صادق وٹو

پی ایچ ڈی سکالر، انسٹیٹیوٹ آف پنجابی اینڈ کلچر سٹڈیز، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

رسالہ "راوی" کی جدید پنجابی نظم (مئی ۱۹۲۶ سے تاحال)

Dr. Wasif Latif
Assistant Professor, Department of Punjabi, GC University, Lahore.
Dr. Iftikhar Ahmad Sulehri
Assistant Professor, Department of Punjabi, GC University, Lahore.
Subah Sadiq Wattoo
Ph. D Scholar, Institute of Punjabi and Culture Studies, Oriental Collage, Punjab University, Lahore

Modern Punjabi poem of "The Ravi" Magazine (May 1926 to date)

Government College Lahore was established in 1864 while the first literary magazine "The Ravi" was published in January 1906 which was published monthly. The publication of Punjabi literature in "The Ravi" began with folk songs. Later, a series of essays, stories, editorials, satire and poetry began, which continues to this day. The publication of modern Punjabi poems in "The Ravi" began in May 1926 and the first Gurmukhi poem "Khoohay Utte" was published which was taken from Professor Pooran Singh's collection of poems "Khulle Maidan". In terms of form, this poem can be considered as the first modern Punjabi poem of "The Ravi". This article gives a detailed overview of the tradition and form of modern Punjabi poem in the magazine "The Ravi"..

Key Words: *Government College Lahore, "The Ravi", Punjabi literature, modern Punjabi poems, Gurmukhi, Professor Pooran Singh, "Khulle Maidan.*

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

گورنمنٹ کالج، لاہور یکم جنوری ۱۸۶۴ء کو قائم ہوا۔ ۱۹۰۰ء تک کالج کا کوئی علمی ادبی رسالہ یا ریکارڈ گزٹ نہ تھا۔ جون ۱۹۰۰ء میں شروع ہونے والا میگزین صرف کالج ریکارڈ پر مشتمل تھا لیکن جلد ہی محسوس کر لیا گیا کہ سالانہ "Record" کسی تعلیمی ادارے کی ادبی سرگرمیوں کی تکمیل کے لیے ناکافی ہے۔ اسی ضرورت کے پیشِ نظر جولائی ۱۹۰۶ء میں رسالہ ''راوی'' کا آغاز ہوا جو صرف ۱۲ انگریزی صفحات پر مشتمل تھا۔ ایچ ایل او گیرٹ لکھتے ہیں:

> "... In July 1906 was published the first number of "The Ravi" a monthly Magazine which, under a succession of able and zealous editors, has continued to grow and flourish."(۱)

رسالہ ''راوی'' کی اشاعت کے ساڑھے تین برس بعد شمارہ ۳۶ مطبوعہ جنوری ۱۹۱۰ء میں فارسی رسم الخط میں کچھ غیر مطبوعہ پنجابی لوک گیت شائع ہوئے جنھیں لالہ رام پرشاد نے ''راوی'' کی اشاعت کے لیے اکٹھا کیا اور بہترین انتخاب پر اُنھیں انعام سے بھی نوازا گیا تھا۔ یوں پنجابی ادب کی اشاعت کا سلسلہ چل نکلا اور گورمکھی و فارسی رسم الخط میں مضامین، کہانیاں، ڈرامے، اداریے، طنز و مزاح، نظمیں اور ہر طرح کا پنجابی ادب شائع ہونا شروع ہو گیا اور یہ سلسلہ ہنوز جاری و ساری ہے۔

ادبی حوالے سے دیکھا جائے تو پنجابی لوک ادب کی قدیم اور جاندار روایت کے ساتھ پنجابی شعری ادب کی روایت بھی کم و بیش آٹھ سو سال پر محیط ہے۔ بابا فرید الدین مسعود گنج شکر پنجابی زبان کے پہلے باقاعدہ شاعر ہیں جن کا عہد ۱۱۸۸ء تا ۱۲۸۰ء تھا۔ بابا فرید کا کلام شلوک کی شکل میں گورو گرنتھ صاحب میں محفوظ ہوا اور ہم تک پہنچا لیکن ڈاکٹر عاصمہ قادری اس حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

> ''پنجاب وچ شاعری دی رِیت چِروکنی اے۔ آریاواں دے ویداں توں وی چِروکنی۔ کول، بھیل، دراوڑ وسیباں جنی پراتن۔ پنجاب ہزاراں ورھیاں توں آباد اے تے اپنی پراتن ایہدی شاعری دی ریت اے۔ اج ایہو آکھیا جاندا اے جو بابا فرید پہلا شاعر اے پنجاب دی اپنی زبان دا۔ بابا فرید دی شاعری اینی پکی پیڈی اے تے ایہدا رنگ ڈھنگ اینا نگّرا اے جیہڑا ایس گل ول اشارہ اے جو ایتھے بابا فرید توں پہلوں پنجاب دی اپنی زبان وچ شاعری دی وڈی رِیت موجود اے۔ ہِرکھ اے جو ساڈے کول ایہدا کوئی علمی لکھتی ریکارڈ موجود نہیں...''(۲)

پنجابی کلاسیکی شاعری کا آغاز تیرھویں صدی عیسوی میں ہوا اور اس روایت کو شاہ حسین، بابا گورو نانک، دمودر داس دمودر، سلطان باہو، بلھے شاہ، وارث شاہ، خواجہ غلام فرید، میاں محمد بخش، قادر یار، ہاشم شاہ، پیلو، فضل شاہ نواں کوٹی اور مولوی غلام رسول عالپوری نے مزید مستحکم کیا۔ کلاسیکی اور جدید ادب کے درمیان نو کلاسیکل عہد (انگریز دور) میں احمد یار مرالوی، سچل سرمست، مولوی لطف علی بہاولپوری، محمد بوٹا گجراتی، سائیں مولا شاہ، مولوی ہدایت اللہ، مولا بخش کشتہ، ملکھی رام، چراغ دین جونیکے والا، بابو کرم امرتسری، گاموں خاں، اُستاد عشق لہر، احمد علی سائیں، فیروز دین شرف، سر شہاب الدین، ملک لال دین قیصر، ظہیر نیاز بیگی، محمد دین میر، مولانا محمد بخش مسلم، طالب جالندھری، صحرائی گورداسپوری، امام دین مجاہد، دائم اقبال دائم، حکیم شیر محمد ناصر اور عبدالمجید بھٹی کے نام قابل ذکر ہیں۔ مندرجہ بالا تمام شعرا پابند نظم کے شاعر تھے جو حالاتِ حاضرہ کے موضوعات پر نظمیں لکھ کر مشاعروں میں عوام الناس سے داد سمیٹتے رہے۔

جدید پنجابی شاعری کا آغاز بیسویں صدی کی پہلی چوتھائی کے بعد ہوتا ہے۔ انگریزی ادب کے زیر اثر جدید پنجابی شاعری کا آغاز ہوا اور نت نئے موضوعات و رجحانات کے ساتھ ساتھ ہیئتی تجربات بھی ہونا شروع ہوئے۔ جن شعرا نے انگریزی اثر کے تحت پنجابی شاعری کا آغاز کیا اُن میں بقول ڈاکٹر حمید اللہ شاہ ہاشمی دھنی رام چاترک اور بعض لوگوں کے مطابق شریف کنجاہی کا نام سرفہرست ہے۔ پروفیسر موہن سنگھ ماہر، ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ، درشن سنگھ آوارہ، پروفیسر پورن سنگھ، امرتا پریتم، دیوان سنگھ اور بھائی ویر سنگھ کے نام بھی اسی زمرے میں آتے ہیں۔ برصغیر میں جدید پنجابی نظم کے آغاز و ارتقا اور موضوعات کے حوالے سے مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ کریں:

> "نویں نظم دا آغاز ۱۹ ویں صدی دے اخیر وچ فرانس توں ہویا تے ۲۰ ویں صدی دے شروع وچ انگریزی شاعری وچ وی نویں نظم دا مڈھ بجھ گیا۔ وِیہویں صدی دے تیجے دھاکے (عشرے) دے ڈھلے سالاں تک نویں تے آزاد نظم مکمل صورت وچ سامنے آ چکی سی۔ ایہہ آزاد نظم انگریزاں دے اثر نال برصغیر وچ وی رواج پان لگ پئی تے سبھ توں پہلاں اُردو تے ہندی زباناں وچ نویں نظم لکھن دا رواج ہویا۔ ایہدے وچ کجھ شک نہیں پئی نویں نظم نال میل کھاندیاں کئی صنفاں پنجابی زبان وچ پہلاں توں موجود سن مثلاً بیت، شلوک، دوہڑہ، بولیاں، جگنی، ماہیا، سی حرفی، کافی، باراں ماہ تے گیت وغیرہ پر فیر وی نویں

نظم وچ ہیئت دی تبدیلی دے نال نال موضوعاتی تبدیلی وی آئی۔ ایہناں وچوں کجھ اہم موضوعات رومانیت، فطرت پسندی، ترقی پسندی، بغاوت تے انقلاب نیں" (۳)

پنجابی ادب میں پابند نظم کا رواج کافی پرانا ہے۔ انگریزی اثر کے تحت ہندوستان میں معریٰ اور آزاد نظم کا دور شروع ہوا۔ پابند نظم میں ردیف و قافیہ کے اہتمام سے کسی ایک موضوع کو مد نظر رکھتے ہوئے کسی بھی ہیئت میں جو نظم لکھی جاتی تھی اُس کے لیے "پابند نظم"، "طویل نظم" یا موضوعاتی نظم" جیسے نام مستعمل تھے۔ یہ نظمیں مثلث، مربع، مخمس، مسدس، مسبع، مثمن، مسع اور معشر کے علاوہ مثنوی، غزل، ترکیب بند اور ترجیع بند کی ہیئت میں ہوتی تھیں جن کو پڑھتے ہوئے قاری با آسانی خیال اور تصور کی بڑھوتری تک پہنچتا ہوا نظم کی تفہیم کر لیتا تھا۔ ایسی نظموں میں مصرعوں، شعروں اور بندوں کی کوئی حد مقرر نہ ہوتی اور نہ ہی موضوع و ہیئت کا خیال رکھا جاتا؛ بس خیال، روانی، تسلسل، جامعیت، ربط اور موسیقیت کو مد نظر رکھتے ہوئے شاعر اپنے دل کی بات کہتا چلا جاتا تھا۔ عارف عبدالمتین ترقی پسند شاعر تھے اُن کا شعری مجموعہ "اکلاپے دا مسافر" جدید پنجابی نظم اور غزل کا مجموعہ ہے جس میں آزاد، معریٰ اور نثری نظمیں شامل ہیں لیکن جدید پنجابی شعری مجموعے میں کچھ نظمیں ایسی بھی ہیں جو پابند اور موضوعی نظم کے زمرے میں آتی ہیں۔ نظم "ہمتاں والیاں دی ریت" کا نمونہ ملاحظہ کریں:

جیہڑا پھُل اَج کھِڑیا سجنا، اوس نے کل کُملانا
لَغرتے رُوپ وکھاون والا، مِٹی وچ مِل جانا
ایہہ ہونی جد ہو جاوے تے، کیوں ایویں کُرلانا
ایویں ہاواں، ہوکے بھرنا، رو رو جان گنوانا
ہاں جے ظالم ہتھ کسے دا، توڑے پھُل نمانا
عیب نہ جانے وقت توں پہلاں، جِند نُوں مار مُکانا
ایہہ ویلا اے سوگ دا، فیر وی چھم چھم نیر وِہانا
اوس نُوں بھاوے جیہڑا چاہوے، بے ہمتا اکھوانا
ہمتاں والے ایس سَمے وچ چاہون تیغ گھمانا
ظالم ہتھ نُوں کٹ دینا یا اپنا سِر کٹوانا! (۴)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

انگریزی اثر کے تحت آنے والی نئی نظم کی دو اقسام ہیں: معریٰ نظم اور آزاد نظم۔ معرا یا معریٰ عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معانی: "(i) ننگا۔ برہنہ۔ خالی۔ سادہ (ii) وہ کتاب جس پر حاشیہ نہ چڑھا ہو (iii) بلا ترجمہ قرآن شریف (iv) پاک۔ صاف (v) آزاد۔ کھلا ہوا" (۵) کے ہیں۔ انگریزی میں اسے "Blank Verse" کہتے ہیں۔ یہ نظم ردیف اور قافیہ سے ننگی یا خالی ہوتی ہے مگر وزن اور بحر کا خیال رکھا جاتا ہے۔ یعنی سارے مصرعے ایک ہی وزن اور بحر میں ہونا ضروری ہیں۔ اِس نظم میں شاعر کو یہ سہولت اور آسانی ہوتی ہے کہ وہ مشکل ردیف و قافیہ کی پابندی کے بغیر بڑی آسانی سے اپنا خیال بیان کرتا جاتا ہے۔ یہ نظم لکھنی آسان ہے مگر قدامت پرستوں نے اسے پسند نہیں کیا اور معریٰ نظم کے شاعروں پر قافیہ ردیف کی پابندی نہ کرنے کی وجہ سے نالائق، کم علم اور ناتجربہ کار ہونے کا الزام عائد کیا ہے۔ حالانکہ پرانے شعرا مشکل ترین قافیے اور ردیف استعمال کرتے رہے ہیں۔ معریٰ نظم اگرچہ مقبول نہ ہو سکی مگر پنجابی میں کافی لکھی گئی ہے۔ ڈاکٹر شوکت علی قمر کی معریٰ نظم کا نمونہ ملاحظہ کریں:

مَیں کیہہ زہر اں کولوں ڈرنا
میرے ڈُھنّے وچوں پُھٹدی
اکّ دے پُھلاں دی خشبوئی (۶)

پابند نظم کی پابندیوں کی وجہ سے معریٰ نظم وجود میں آئی تو ردیف قافیہ کی پابندی ختم ہو گئی کیونکہ ردیف قافیہ کی پابندی اظہارِ خیال میں رکاوٹ کا باعث تھی۔ شاعر اپنی سوچ، خیال اور جذبے کو آزادی سے بیان نہیں کر سکتا تھا لہٰذا ایک نئی صنف "آزاد نظم" وجود میں آئی جو معریٰ نظم کی نسبت زیادہ لچکیلی تھی اور اُسے انگریزی میں "Free Verse" کا نام دیا گیا۔ آزاد نظم میں ردیف اور قافیہ کی پابندی کے ساتھ بحر کی پابندی بھی ختم ہو گئی۔ شاعر نظم کی اکائی اور مضمون کے تسلسل کو قائم رکھتے ہوئے ردیف، قافیہ اور بحر کے جھنجھٹ سے آزاد ہر مضمون و خیال کو بیان کرتا جاتا ہے۔ آزاد نظم کا کوئی مصرعہ چھوٹا کوئی بڑا ہوتا ہے البتہ وزن کی پابندی ضروری ہوتی ہے۔ مثلاً پہلے مصرعے میں عروضی رکن "فعلن" ایک مرتبہ آیا ہے تو دوسرے مصرعے میں دو بار اور تیسرے مصرعے میں دو سے زیادہ دفعہ آ سکتا ہے مگر پابندی یہ کہ ہر مصرعے میں عروضی رکن "فعلن" ہی استعمال ہو خواہ جتنی بار مرضی ہو۔ آزاد نظم کے حامیوں کا خیال تھا کہ ادب یا دُنیا کی کوئی بھی شے جامد نہیں رہ سکتی۔ تبدیلی فطرت کا قانون ہے لہٰذا اصناف میں ہیئت کی تبدیلی بھی کوئی بڑی بات نہیں لیکن معترضین کے اعتراضات اپنی جگہ بجا تھے۔ نظم کی ہیئت میں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

تبدیلی نظم کی ترقی کا باعث بنی۔ اعتراضات کے باوجود آج بھی آزاد نظم نہ صرف تخلیق ہو رہی ہے بلکہ نت نئے تجربات سے اس کی وسعت میں مزید اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ امرتا پریتم کی آزاد نظم کا ایک بند ملاحظہ کریں:

بدلاں نے اج رُن جُھن لائی
ساون لائیاں جھڑیاں
چارے کندھاں میریاں ہلیاں
گلاں جنگ دیاں چھڑیاں
گل نال لا کے بوٹ انجانے
گھر گھر کنبن چِڑیاں
کچّا رنگ رنگیا
اج روں کھیس دِیاں پڑیاں
کچّا رنگ رنگیا... (۷)

آزاد نظم میں ہیئت کی مزید تبدیلی سے نثری نظم وجود میں آئی جس میں عروضی پابندیاں ختم ہو گئیں۔ نظم کی یہ ہیئت بھی مغرب کی دین اے۔ نثری نظم کی تعریف اور خوبیاں خامیاں درج ذیل اقتباس سے واضح ہوتی ہیں:

> "نظم جو ہر طرح کی عروضی پابندیوں سے آزاد ہو اور نثر کے پیرائے میں لکھی جائے۔ نظم کی یہ شکل بھی مغربی ادب کی دین ہے۔ نثری نظم کی وکالت کرنے والوں کا کہنا ہے کہ بحر نہ ہونے کے باوجود ایسی نظم میں خیال یا جذبے کی وحدت بھی موجود ہوتی ہے اور زبان و بیان کے آہنگ اور آرائش پر توجہ دینے سے شعری کیفیت بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ نثری نظم لکھنے والوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ وہ اپنی شعری واردات کو تقریباً من و عن بیان کر سکتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انھیں اپنے خیال کو بحر کے تقاضے پورے کرنے کے لیے توڑنا مروڑنا نہیں پڑتا اور شاعری کا اصل جوہر سالم و ثابت رہتا ہے۔ ان دعووں کا صحیح یا غلط ہونا ایک الگ بحث ہے۔ اتنا یقین ہے کہ مکمل آزادی کی وجہ سے نثری نظم میں بڑی آسانی سے بے نظمی در آسکتی ہے۔ جدید اُردو ادب میں نثری نظم نے تھوڑی بہت قبولیت حاصل کی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ہے۔ تاہم بہت سے ناقد اور قاری بلکہ خود شاعر بھی اسے نظم کا درجہ دینے پر آمادہ نہیں اِن کی رائے میں یہ نظمیں محض نثرِ لطیف کا نمونہ ہیں۔"[۸]

فخر زمان کی نظم "ماواں جائے" پڑھیں جو مندرجہ بالا تعریف پر پورا اُترتی ہے:

اوہ بھجو بھج
خوشی نال ہفیا ہویا
سدھا پسار وچ بیٹھی اپنی بُڈھی ماں کول آیا
تے اوہنوں جپھا مار کے کہن لگا:
"مَیں ریڈیو تے سُنیا وے ساڈے ہوائی جہازاں نے دُشمن دے
شہر اُپر حملہ کر کے
ڈیڈھ سو ویری مار سُٹے نیں"
ماں نے اوہدے ول اِک واری تکیا تے
اوہنوں پشاں ہٹا کے
کہن لگی:
"بھیڑ ہویا پُترا او بھی تے ماواں جائے سن"[۹]

معریٰ نظم، آزاد نظم اور نثری نظم کو ہی جدید نظم کا نام دیا گیا۔ جدید پنجابی نظم کا بانی شریف کنجاہی کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اُن کی سب سے پہلی نظم ۱۹۳۸ء میں "ون دا بوٹا" پریت لڑی رسالے میں گورمکھی میں شائع ہوئی جو ہیئت کے اعتبار سے معریٰ نظم ہے۔ قبل ازیں پنجابی ادب میں جدید نظم کا رواج ہو چکا تھا۔ دھنی رام چاترک، پروفیسر موہن سنگھ ماہر، ڈاکٹر موہن سنگھ دیوانہ، درشن سنگھ آوارہ، پروفیسر پورن سنگھ، دیوان سنگھ اور بھائی وِیر سنگھ گورمکھی میں جدید پنجابی نظم لکھ رہے تھے اور ان تمام شعرا کی اِکا دُکا نظمیں "راوی" میں بھی شائع ہو رہی تھیں۔ راوی میں شامل جدید نظم کا تجزیہ مندرجہ ذیل ہے:

رسالہ "راوی" کی جدید پنجابی نظم: آغاز سے قیامِ پاکستان تک:

رسالہ "راوی" میں سب سے پہلی طبع زاد پابند نظم "آتم وچار" کے عنوان سے گورمکھی میں اکتوبر ۱۹۲۴ء کے شمارے میں شائع ہوئی جبکہ فارسی رسم الخط میں پہلی طبع زاد نظم نامور پنجابی شاعر فیروزالدین شرف

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

لاہوری کی ''بسنت (ماکھیوں دی مکھی تے بلبل دِیاں گلاں)'' شائع ہوئی اور یوں یہ سلسلہ چل نکلا۔ شیر سنگھ گیانی رسالہ ''راوی'' حصہ پنجابی کا پہلا مدیر تھا جس کی زیر ادارت ۱۲ شماروں میں ۳۰ کے لگ بھگ نظمیں شائع ہوئیں جو مختلف اقسام کی تھیں۔ ان میں زیادہ تر پابند اور موضوعی جبکہ صرف دو آزاد نظمیں تھیں۔ ان مختلف اقسام کی نظموں کی اشاعت سے ''راوی'' کے قارئین اور قلمکاروں کے لیے ایک نئی سمت متعین ہوئی۔

رسالہ "راوی" حصہ پنجابی کی سب سے پہلی آزاد نظم ''کھُوہے اُتے'' مئی ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئی جو گورمکھی میں ہے۔ یہ نظم پروفیسر پورن سنگھ کے شعری مجموعے ''کھلے میدان'' سے لی گئی تھی۔ ہیئت کے اعتبار سے یہ نظم ''راوی'' کی سب سے پہلی آزاد نظم / جدید پنجابی نظم تصور کی جا سکتی ہے۔ نظم میں پنگھٹ سے پانی بھرتیں، اٹھکیلیاں کرتیں الھڑ مٹیاروں کے حسن و جمال اور سراپے بیان کیے گئے ہیں جو حقیقتاً لاجواب ہیں۔ شاعر نے مشاہدے اور تخیل کی اُستاکاری سے جو منظر نگاری کی ہے اس سے سارا منظرنامہ آنکھوں کے سامنے گھوم جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ فکری اور ہیئتی اعتبار سے یہ بہترین آزاد نظم ہے۔ ابتدائی نمونہ ہونے کی وجہ سے طوالت کے باوجود پوری نظم درج کی جارہی ہے:

/۱ / کول ایہہ کھُوہے اُتّے پپّل ہیٹھ، / نِکّی وڈی گھگرِیاں، / نِکیاں نِکیاں بانہاں، / وڈیاں وڈیاں لجّاں، / کُڑیاں پنجاب دِیاں! / پانی پئیاں بھر دیاں، / پانی کھُوہ وِچوں کڈھدیاں، / کجھ ڈوہلدیاں کجھ بھر دیاں، / کجھ چھٹّے مار مار ونجھاندیاں، / مُونہہ تے پاندیاں، ڈوہل ڈوہل ہتھاں نال، / پیراں نوں نہالدیاں! / آئے گئے کدی کویشر نوں، / پانی بُکّاں نال پِلاندیاں، / کھُوہ تے وی اِک جیون رنگ برنگی ہے، / دو گلّاں کرنیاں کرانیاں، / دو سُننیاں سُنانیاں، / اوہ اِک دُوجے دا ہتھ وٹاؤنا، / گھڑے بھرے بھرے ڈھکنے چکاؤنے، / رَل مِل گاؤنا ہوکاں لاؤنیاں / !

/۲ / پھٹا پھٹا جھَگّا اِک جوبناں نوں کجدا، / اَرکاں ننگیاں پئیاں ہوندیاں، / تے چھاتی دی لِیراں ہوا پئی چُکدی، / ایہہ بھیڑی ہوا کیہی پئی وگدی، / خواہ مخواہ چھیڑ دی، تنگ پئی کردی، / مُڑ مُڑ دَسدی لِیراں وچوں ننگے ننگے انگ میرے! / سُتھن سُوسی دی میری وچ، / لال، لال دھاریاں، / ایہہ پانی دِیاں لہراں، میری ستھن دے پلّے، / لہر لہر ہو میریاں جنگھاں پئی کجدی، / پیر ننگے میرے، / چِٹی دُھپ میریاں پِنیاں، / چُنّی نِکّی

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

جیہی میرے سِر تے، / وال میرے سجے، کھُوہ دے پانیاں!! / وِینی میری وچ کچ دِیاں ونگاں، / کنّاں وچ چاندی سونے دے مچھریالے، / رَل مِل، رَل مِل گہنے سارے، / میری صفت پئے کردے / !!

/ ۳ / کھُوہ اُتے اِک جہان پیا وَسدا، / گراں وی اِک شہر ہو دِسدا، / فقیر سائیں لوک ایتھے مِلدے، / تے ایہناں کُڑیاں دے اکھاں وچ، / لَجّاں سُٹ سُٹ پانی اوہ بھر دے! / اِک میلا سنجوگی ہوندا / !!

/ ۴ / تک تک کھُوہ دی رونق تے رنگ سارا، مُڑ مُڑ تکنا!! / میلے دی خوشی کُٹ کُٹ دِل وچ بھرنا، / اُچھلنا تے کُدنا، ہسنا تے کھیڈنا، / اَن واہیاں وچ نسنا تے دوڑنا، / ہپھبھی ہپھبھی آنا، مُڑ مُڑ جانا، / پانی کھُوہاں تے پینا، ٹُک ٹُک بھرکے! / کرنا کم کوئی نہ، / پر ویہل نویں لگنی، / کم سارے بھارے وڈے وڈے! / (۱۰)

شیر سنگھ گیانی کی زیر ادارت شماروں میں دوسری آزاد نظم جوہر کی تھی جس کا عنوان ''پریم یاترا'' ہے۔ یہ گورمکھی نظم ہے جس میں مجازی رنگ میں محبوبِ حقیقی کی کھوج کا ذکر ہے۔ بابا فرید کا شلوک ''فریدا جنگل جنگل کیا بھویں، ون کنڈا موڑیں، وسّی رب ہیالیے جنگل کیا ڈھونڈیں'' کے مصداق انسان اندھوں کی طرح چہار سُو ٹھوکریں کھاتا اور ٹکریں مارتا رہتا ہے مگر اُسے اندر جھانکنے کا موقع ہی نہیں ملتا:

مینوں عشق دی سار سِکھا جائیں وے

۱...... بیاباناں وچ اُجاڑاں، سبھنی پاسیں جنگل باراں
اندھلی نُوں رستے پا جائیں وے، مینوں عشق دی سار سِکھا جائیں وے
جنگل بارِیں مِلدا ناہیں، بھال بھال مَیں موئی
سارے پنچھی مینوں سمجھن، کملی بوری ہوئی
مینوں عشق دی......

۲ ......بے خود ہو کے دھائیں رووان، جاوے کوئی تاں سُکھ سنیہڑا دیواں
تتڑی نوں سینے آ لائیں وے، مینوں عشق دی......
کوئی آکھے پربتیں، کوئی بن ماہیں
کوئی آکھے تیرتھیں (پر) مِلے نہ کِت ہی جائی
مینوں عشق دی......

۳ ...... بھوندی پھردی گھر جد آئی، گھر ہی بیٹھا کنت گسائیں

بھوئندیاں عمر گوا آئی وے، مینوں عشق دی......
سئیو نی گن گاوو مِل کے، کنت بڑا سکھد ائی
جد اوہ جوہر نظر کریسی، آپ مِلے گھر آئی
مینوں عشق دی سار سکھا جائیں وے (۱۱)

مئی ۱۹۲۶ء کے بعد یعنی اکتوبر ۱۹۲۶ء سے نومبر ۱۹۲۷ء تک آٹھ شماروں میں کوئی آزاد نظم شائع نہ ہوئی۔ لہٰذا کہا جا سکتا ہے کہ اس دور میں آزاد نظم کا آغاز تو ہو چکا تھا مگر مقبول نہیں تھی۔ قلمکاروں کا رجحان ابھی تک پابند نظم کی طرف ہی تھا۔ ۱۹۲۸ء میں ''راوی'' کے ۶ شماروں میں حصہ پنجابی شائع ہوا۔ ان چھ شماروں میں تین طبع زاد ''کیوں چُپ مہر لگائی آ''، ''کنول دی تانگھ'' اور ''ندی'' جبکہ دو ترجمہ شدہ ''اج توں ویہویں سال'' اور ''سی رُت بسنتی آئی'' آزاد نظمیں شائع ہوئیں۔ ''ندی'' نظم کی مثال ملاحظہ کریں:

چِریں وچھنے پریتم ملیئے
دِل کئی لرزے کھاون
مُونہوں گل نہ نکلے کئی چھِن
اکھاں بات سُناون
پر شوہ ساگر مِلیاں ندیئے
تُوں کیہہ مکر رچاویں؟
تیری پریت نہ ڈُونگھی جاپے
ایڈا شور مچاویں
تاہیوں، تاہیوں ٹِکیں نہ ایتھے
کھچ سورج دی کھچے
کھچی کھچیویں حسنا بدّھی
چھڈ شوہ ساگر وِچے (۱۲)

دسمبر ۱۹۲۸ء سے نومبر ۱۹۳۲ء تک تین سالہ عرصے میں شائع ہوئے ۲۱ شماروں میں ایک بھی آزاد نظم موجود نہیں۔ حالانکہ اس عرصہ میں چار پنجابی مدیران نے خدمات انجام دی تھیں۔ لگتا ہے نظم کے

حوالے سے روایت سے بغاوت قابل قبول نہ ہوئی اور لوگ پابند نظم ہی لکھتے رہے۔ جنوری ۱۹۳۳ء سے نومبر ۱۹۳۷ء تک کے چار سالہ دور میں بھی آزاد نظم کی مقدار تسلی بخش نہیں ہے۔ اس دوران ''راوی'' کے ۲۴ شمارے شائع ہوئے جن میں آزاد نظموں کی تعداد صرف ۱۰ ہے۔ یہ نظمیں مختلف موضوعات پر ہیں جن کے نام ''سِک'' (راجندر پینتل)، ''اوہ دِن''، ''بے آسی''، ''سِک'' (اسلم) ''قادری قدرت''، ''بِرہوں''، ''موجاں پنجاب دِیاں''، ''پریم''، ''سینما''، ''جیون پدوی دے پاندھی نوں'' ہیں۔ ''سِک'' کے عنوان سے راجندر پینتل کی گورمکھی نظم ملاحظہ کریں:

نیک نصیب تُساڈے پھُلو! / جیہناں جائی پِیا گل پینا / رنگ رَلیاں رل موّجاں مانو / ایویں
نیڑے ڈُھک ڈُھک بیہنا / پریتم گل گلوکڑی پاکے / مزا وصل دا لینا / مہراں والے سائیں
جی نوں / لکھ شکرانہ کیہنا / وڈے تھِیو شالا وصلاں رِیجھو / تُساں جائی پِیا گل پینا / دھن
جمنا دھن ڈالی لگنا / ٹُٹ سُولی چڑھ بیہنا / اِک رات دے وصل دی خاطر / عمر سندا دُکھ
لینا / دُنیا تیاگ وِراگ دی ہر دم / گودی چڑھ چڑھ بیہنا / وصل چڑھے جُگ جُگ پئے
جیو / جیہناں جائی پِیا گل پینا (۱۳)

''سِک'' کے عنوان سے دوسری نظم اسلم کی ہے جو فارسی رسم الخط میں ہے۔ دونوں نظموں کا صرف موضوع ایک ہے۔ خیال، ہیئت اور انداز الگ الگ ہے:

آؤ چلو چلیئے... بُوہا اوہدا ملیئے... خاک وچ رَلیئے
شوخ دیاں کناں تائیں
جائے حال سنائیے
خود ی تائیں کھوئیے... پھُٹ پھُٹ روئیے... رنجاں غماں دھوئیے
سوکڑی زمین اُتے
ڈاہڈا مینہہ ورسائیے
کول جا کے وسیئے... وچ اوہدے رسیئے... دِل دِیاں دسیئے
ربّ جیکر خیر رکھے
یاری اوڑ نبھائیے (۱۴)

نومبر ۱۹۳۴ء میں اوارہ کی گورکھی نظم ''سینما'' شائع ہوئی، تب ہندوستانی سینما کے آغاز کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا۔ ہر انسان کا خاص مزاج اور شخصیت ہوتی ہے۔ لہٰذا کچھ کے لیے سینما حیرت انگیز تفریحِ طبع کا سامان تھا تو کچھ کے لیے شور شرابہ۔ ایڈیٹر نے اوارہ کی نظم پر سیر حاصل تبصرہ کیا اور اسے ایڈیٹر نوٹ کے طور فٹ نوٹ کی بجائے نظم سے پہلے شائع کیا۔ لکھتے ہیں:

''نسدِیاں، فِردیاں، بولدیاں تصویراں وچ اِک عجیب ہی روح ہُندی ہے۔ کئی واری ایہہ سایہ دِیاں پُتلیاں مَن نُوں ایسا موہ لیندیاں ہن جس طرح کہ سچی مچی ایہناں وچ شخصیت ہُندی ہے۔ اِس طرح بھاسدا اے کہ ایہناں گُوڑھے متراں وانگ آپنی شخصیت نوں ساڈے وچ غرق کر دِتا ہے۔ ایہناں دی غمی خوشی وچ اسی شیگھر ہی شریک ہو جانے ہاں۔ ایہناں دا ساڈے تے اُتنا ہی پربھاو پیندا ہے جتنا کہ ساڈی بیٹھک جاں سوسائٹی دا، پر کئی صاحب سینمے نوں رام روَلا ہی سمجھدے ہن۔ اوہناں نوں ایکٹنگ جاں آرٹ وچ کوئی دِلچسپی نہیں ہُندی۔ جے اوہناں نال سینمے دی گل کروتاں اوہناں نوں روَلے گولے تے سگرٹ دے دُھوئیں دا ہی خیال آؤندا اے۔ اوارہ صاحب سانوں ایسے ٹولی دے ممبر معلوم ہندے ہن۔ ایڈیٹر۔'' (۱۵)

ایڈیٹر کی رائے سے اتفاق یا اختلاف کرتے ہوئے نظم ''سینما'' ملاحظہ کریں:

چُرٹاں دا دُھواں / روشنی دی چمک دمک / جازی (نواں امریکن راگ) بے سُرا راگ / تصویراں دی دوڑ / تے روَلا / گوریاں دِیاں چِیکاں / گوریاں دے ناچ تے پیراں دی ٹاپ / تے چنچلتا / جورو دے جھگڑے / جہازاں تے سب میریناں وچ / اُجاڑاں تے جنگلاں وچ / کمل جواناں دے / سمے دی چال / کرودھ دا ظلم / تے لوبھ دا پسارا / تے قسمت دے کھیل / نال بے کساں دے / چُرٹاں دا دُھواں / روشنی دی چمک دمک / تے روَلا (۱۶)

''راوی'' کے آئندہ شماروں میں رفتہ رفتہ آزاد نظم کی تعداد بڑھنا شروع ہوئی۔ یوں کہا جا سکتا ہے کہ آہستہ آہستہ نئی نظم نے اپنی جگہ بنانا شروع کی اور لوگوں میں مقبول ہونے لگی۔ ۱۹۳۸ء کے چار شماروں میں آٹھ اور ۱۹۳۹ء کے پانچ شماروں میں کل دس نظمیں شائع ہوئیں۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء کے شمارے میں ایڈیٹر نے ایڈیٹوریل

میں شاعری کی بابت کچھ وضاحتیں دی ہیں اور مدیر پر الزام عائد کیا گیا کہ وہ شاعر اور شاعری کے خلاف ہے، حالانکہ ایسی بات نہیں۔ مدیر بنیادی طور پر ناقص، فضول اور بے مقصد شاعری کے خلاف ہے جس کا اظہار مدیر نے مئی، جون کے شمارے میں کیا تھا کہ شاعری میں عشق حقیقی اور عشق مجازی کے موضوعات سے بچا جائے۔ بقول فیض احمد فیض ''اور بھی دُکھ ہیں زمانے میں محبت کے سوا'' یعنی عشق و محبت کے علاوہ اور بہت سے موضوعات ہیں مگر مدیر کی اس رائے کو غلط رنگ دے کر اُسے شاعروں اور شاعری کا دشمن قرار دے دیا گیا۔ بقول مدیر:

''کئی پاسیاں توں آئیاں خبراں نے سانوں یقین کرا دِتا ہے کہ پچھلے ایڈیٹوریل نوں پڑھ کے کئی سجناں نے ایہہ سمجھیا ہے کہ اسیں کوِتا تے کوِیاں دے خلاف جنگ شروع کر دتا ہے... شاید بہت ساریاں پاٹھکاں نوں پتہ نہیں کہ 'راوی' دے ایڈیٹر نوں کوی ضرور بنا پیندا اے، بھاویں اوہدی ذاتی رائے کجھ ہووے۔ ایہناں شرطاں تے بنے ہوئے ایڈیٹر کولوں کوِتا دے برخلاف کسے پراپیگنڈے دی آس نہیں کیتی جا سکدی۔ ایس کم لئی سانوں اِک مُڈھلی روک ہے... ایس واری اساں اِک سونہہ توڑی ہے کہ کوِتاواں اگے نالوں گنتی وچ زیادہ ہن۔ ایہہ ساڈا "Peace Offensive" ہے۔

کوِتاواں لئی اسیں کوِیاں دے خاص کر کے 'امرت جی'، 'موہن سنگھ جی'، 'ہردم جی'، 'دردی جی' تے 'طالب جی' دے بڑے دھنوادی ہاں۔ (۱۷)

مذکورہ بالا شمارے یعنی اکتوبر ۱۹۳۹ء میں دو آزاد نظمیں ''اکلّا مسافر'' اور ''تینوں نہ جان دیساں'' شامل ہیں۔ مگر ہیئت کے اعتبار سے دیکھا جائے تو ''اکلّا مسافر'' نثری نظم ہے۔ نثری نظم کے حوالے سے محمد فخر الحق نوری لکھتے ہیں:

'' یہ ایک ایسی صنفِ شاعری ہے جو اوزان و بحور کے کسی مروجہ نظام کی پیروی نہیں کرتی بلکہ نثر میں ہوتی ہے۔ یعنی اس میں خارجی یا معروضی آہنگ نہ ہونے کے باوصف داخلی یا لسانی آہنگ موجود ہوتا ہے۔ اس میں ایک مکمل اور واضح خیال ہوتا ہے جو ربط و تسلسل کے باعث موثر ہوتا ہے اور بالعموم اپنا اظہار امیجز Images کے وسیلے سے کرتا ہے۔ اس صنفِ شاعری کی طوالت ایک غنائی نظم کی طرح عموماً آدھ صفحے سے لے کر

تین چار صفحات تک ہوتی ہے۔ اگر یہ بڑھ جائے تو اثر ماند پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔"(۱۸)

نظم "اکلا مسافر" ملاحظہ کریں جسے پورے وثوق کے ساتھ "راوی" کی پہلی نثری نظم کہا جاسکتا ہے:

سمُندر کِنّا گہرا ہے،
تے نالے بھیانک وی۔
پر ہے شانت۔ تے اِس وچ اِک بیڑی چھوٹی جنّی تُری جاندی۔ اُس دی چال بڑی ای ہوئی ہے۔
اُس وچ اِک مسافر بیٹھا ہے۔
اوہ کِنّا اُداس ہے۔
اُس دے وال بکھرے ہوئے ہن۔
پتہ نہیں اوہ کیہہ سوچ رہیا ہے۔
اُس دا چہرہ اُداس ہے تے اکھّاں پانی ول جمیاں ہوئیاں ہن۔
اوہ ہوئی ہوئی، چُپکے چُپکے، آپنی بیڑی نوں چلا رہیا ہے۔ اُس نوں کجھ پتہ نہیں ہے کہ اوہ کِتھے جا رہیا ہے۔
کنارہ وی کِتے دکھائی نہیں دیندا۔
چاروں پاسے پانی ہی پانی ہے۔ پانی کِنّا نیلا، شانت، گہرا تے سِیتل ہے پر،
اُس نوں اِکل تے خاموشی بری کیوں نہیں لگدی؟
اُس دا دِل کیوں نہیں گھبراندا؟
کیہہ اوہ تھکدا نہیں! نیلا سمُندر دیکھدے دیکھدے!
پر....
اوہ تاں اُدھر دیکھ وی نہیں رہیا۔ شاید... آپنے بیت چُکے وقت دا اِک سپنا اُس دِیاں اکھّاں اگے پھر رہیا ہے!
نہیں! نہیں!! کجھ پتہ نہیں کہ اوہ کیہہ سوچ رہیا ہے۔

ایہہ وی پتہ نہیں کہ کدوں تک سوچدا رہے گا۔

کیہہ اُس نوں چُپ رہن نال کوئی خوشی حاصل ہُندی ہے؟

اوہ خاموش کیوں ہے؟

کیہہ اِس ڈراؤنے سمُندر روچ اوہ اِکلّا رہے گا؟

کیہہ کوئی اِس دی بیڑی نوں پار نہیں لنگھاوے گا؟

شاید...... شاید......

ایسے طرح ہی ہووے گا۔

تے ایہہ وچارا مسافر!......

سوچدا...... سوچدا......

اکھّاں توں دُور ہو جائے گا۔ جیویں دوروں کسے راہی دی بنسری دی آواز ہوئی ہُندی ہُندی رات دی چاننی وچ گم ہو جاندی ہے۔ (۱۹)

۱۹۴۰ء سے ۱۹۴۵ء تک کے چھ سالہ دور کو آزاد نظم کا سنہری دور کہا جا سکتا ہے۔ اس دوران آزاد نظم وافر تعداد میں شائع ہوئی اور موضوعاتی رنگا رنگی بھی دیکھنے میں آئی۔ آزاد نظم کے اس چھ سالہ دور میں جنوری ۱۹۴۰ء سے دسمبر ۱۹۴۰ء تک ۸ شماروں میں حصہ پنجابی شامل تھا جن میں آزاد نظموں کی تعداد ۲۳ ہے۔ نومبر ۱۹۴۰ء کا شمارہ "نانک نمبر" کے طور پر شائع ہوا تھا۔ اسی شمارے میں شامل نظم "کیوں؟" آزاد نظم کا بہترین نمونہ ہے، ملاحظہ کریں:

امرت ویلے / جد میری اکھ کھُلدی ہے / تاں سبھ توں پہلاں تیرا اکھیال آندا ہے... / تیری مَن موہنی صورت اکھّاں اگے آ جاندی تے / دِل کردا ہے کہ دوڑ کے تیرے کول آ جاواں۔ / باہر سُورج دِیاں سنہری کرناں دُنیا تے آپنا / کھلیر کھلیر رہیاں ہُندیاں نیں... پنچھی / پریت دے گیت گاندے نیں، / بلبل کتے دُور کسے ٹہنی تے بیٹھی / ولولے بھریا گیت گا رہی ہُندی اے۔ / کوئل "کُو کُو" کر دی ہے، / وایو۔منڈل وچ ہلچل مچ اُٹھدی ہے، / میرے دِل وچ مِٹھا مِٹھا درد اُٹھدا ہے، / سینے وچ کُجھ وجدی ہے، / اُس وقت میری ایہہ چاہ ہُندی ہے کہ / توں میرے ساہمنے ہوندوں تے / مَیں

وی تینوں کوئی درداں بھریا گیت سناندا۔ / پر ایہہ سبھ کجھ، کیوں؟ / کیہہ جان دے ہو؟
میرے پیارے۔ / ایہہ پریت دِیاں ریتاں نیں۔ (۲۰)

فروری ۱۹۴۱ء سے دسمبر ۱۹۴۱ء تک چھ شماروں میں کل ۲۸ آزاد نظمیں شائع ہوئیں۔ صرف چھ شماروں میں نظموں کی اتنی بڑی تعداد ظاہر کرتی ہے کہ اس دور میں آزاد نظم کو مقبولیت حاصل ہو چکی تھی۔ اس دور کی نظم میں موضوعاتی اور ہیئتی تنوع بھی پایا جاتا ہے۔ نظم کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ کچھ آزاد نظمیں کچھ طویل اور کچھ بالکل مختصر ہیں۔ اسی طرح ہیئت کے اعتبار سے بھی معریٰ، آزاد اور نثری نظم کے تجربات ہوئے۔ دوسری زبانوں سے تراجم بھی آزاد نظم کی فارم میں کیے گئے اور موضوعات میں بھی اضافہ ہوا۔ ذیل میں نظموں کے نام درج کیے جارہے ہیں جن سے آزاد نظم کی موضوعاتی وسعت کا اندازہ ہو جائے گا: ''اِک سوال''، ''ماہی میرے پاس جے ہوندا''، ''راوی دے کنڈھے''، ''شاعر دی دنیا''، ''پریم''، ''اکھاں نوں''، ''مسافر منزل تیری دور''، ''کیہے نوں''، ''اِک رات''، ''پیار کیہہ اے''، ''چن سجن...؟''، ''پھُل تے بھوَرا''، ''سپاہی دی اِستری داہڑ دا''، ''سجنی جد مَیں مر جاساں''، ''بیر سپاہیا''، ''سُن اُڈاری''، ''اصلی دان''، ''کولے والی''، ''میری پریتم''، ''اِیت نیناں تے اِیت نینی''، ''ہنجھو ہار''، ''پیار دی کنی''، ''پر بھُلیں نہ آپنی بردی''، ''پتہ نہیں کیوں''، ''اُڈ جاوَ!''، ''سکھی...''، ''پیار دی رمز'' اور ''جوگی''۔

محبوب کے انتظار میں بیتتی جارہی رات کا ذکر نظم ''اِک رات'' میں بڑی خوبصورتی سے کیا گیا ہے۔ نظم بالکل چھوٹی بحر میں ہے جس میں بلا کی روانی اور تسلسل ہے:

"اِک رات سکھی / کجھ آشا لے کے۔ ہوئی ہوئی / ٹُردی ٹُردی / دِھیرے دِھیرے /
گیت الاوَندی / دُور دُراڈے / بستی کولوں / کندھی اُتے / پپّل بیٹھاں / کھڑی رہی
پی باٹ تکاندی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی / پون پیاری / مِٹھی مِٹھی / ٹھنڈ نیاری / نکّے نکّے پتے
کھڑکن / نیر نیارے / لہراں اُٹھن۔ لہراں اندر / چندے چمکن / ننّے ننّے / تارے
ڈلکن / آشاوالے موتی چمکن / دِل دے ساگر / چھلّاں آئیاں / پریم ساگر / لکھ تاریاں
لائیاں / بِٹ بِٹ تکدی / پی پی کردی / رات گئی پر اوہ نہ آئے" (۲۱)

۱۹۴۲ء کا سال رسالہ ''راوی'' میں آزاد نظم کا وہ خوش قسمت سال ہے جس میں آغاز سے تاحال سب سے زیادہ نظمیں شائع ہوئیں۔ ۱۹۴۲ء میں کرتار سنگھ باوا/ گوربخش سنگھ رندھیر اور اوتار سنگھ /

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)
ماخذ تحقیقی مجلہ

گوربچن سنگھ انتظار مدیران تھے۔ یعنی اس سال کی مجلس ادارت میں ہر شمارے میں دو مدیر تھے۔ اس سال جنوری تا نومبر کل چھ شمارے شائع ہوئے جن میں ۴۰ آزاد نظمیں شائع ہوئیں جو ایک ریکارڈ ہے۔ نظموں کے عنوانات ملاحظہ کریں: ''جنم دِن دی خوشی وچ''، ''اودوں نہیں سی ورجیا''، ''او ظالم''، ''او تاریو'' (تین نظمیں)، ''ہنجھو'' (چھ نظمیں)، ''بچاؤ''، ''سوَدے سچ دے''، ''بُجھ لَے!''، ''مینوں کیہہ پیا ہووے؟''، ''بسنت''، ''مَیں نہیں گیت پرانے گاؤنے''، ''میری بستی''، ''مالا''، ''ایہہ مست کٹورے کیہہ کہندے؟''، ''جد ماہی مِلیا''، ''سپن وچ تسی ملے اسانوں''، ''کرول نوں!''، ''بانگر کی چھوہری''، ''پِپل دی چھاویں''، ''پھُل تے بھوَرا''، ''پریتم دی یاد''، ''تسی کول آئے''، ''گیتو''، ''سجنی''، ''او بدلو!'' ''تسیں کدھر جاندے؟''، ''آس دا دِیوا''، ''... دے نام''، ''ہجر''، ''ہوون لالو لال''، ''چند... چاننی'' اور ''توں مینوں بھاویں بُھل جاہ'' ہیں۔

۱۹۴۳ء میں تین شماروں میں ۱۹ نظمیں، ۱۹۴۴ء میں چار شماروں میں ۲۱ نظمیں، ۱۹۴۵ء میں چار شماروں میں ۱۰ نظمیں، ۱۹۴۶ء کے دو شماروں میں تین جبکہ ۱۹۴۷ء کے دو شماروں میں صرف ایک اکلوتی آزاد نظم شائع ہوئی۔ یوں دیکھا جائے تو ۱۹۴۲ء تک آزاد نظم کو جو عروج حاصل ہوا وہ آہستہ آہستہ زوال پذیر ہوتا قیامِ پاکستان تک بالکل ختم ہو گیا۔ مارچ، اپریل ۱۹۴۷ء کو شائع ہوئی آخری آزاد نظم گورجیت کی ''مُرجھائے پھُل'' ملاحظہ کریں:

سُہپن دِیاں منزلاں کٹدا
قدم قدم تے رُوپ لُٹاندا
چڑھ آیا پربھات وانگ
کرن دُنیا نشیائی

نشیائی دُنیا پل بھر لئی
گمان رہیا پر ٹُٹن جوگا
ہتھاں وچوں ڈُھلکے گئی ساری
کیتی جو کمائی

راگاں دی وادی توں باہر
حسن دے چشمے دِسن نہ جتھے
چالے ہنیری اُڈی
اِک بھوں نویں دِکھلائی

مَن ہٹکورے لَے لَے تھکّا
نیند نے آپایا گھیرا
نیند آئی پر لوریاں کِتھے
کروٹاں گھڑی بِتائی

نیند دی گھاٹی کئی بہاراں
جوبن سی شنگاراں بھریا
موہ لئیاں چوُطرفے رُوحاں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

بن کے عشق کمائی

تھوڑا ہُندا اچنگارہندا
ایہہ سماں چار نیناں دا
عشق حسن جوان تاں دِسدے
جلدی کر جدائی

سبھ کجھ لُٹ کے اِک جو دِتا
اوہ سی درد وچھوڑا
پائیاں نہ پھر مڑ کے جھاتاں
نہ ہی سُنی دہائی

کھا گیا درد اندر ہی اندر
کشش رہی نہ نیناں والی
دِل نے شرموں مُونہہ لُکایا
جد ٹاہن حسن مرجھائی

پل بھر ہی ایہہ عیش بہاراں
دیر نہ رہن کدے نظارے
پل بھر ہی ایہہ بھڑکن اگاں
پل بھر دی خدائی

ہوش آئی پر راہ نہ لبھے
کون اُٹھاوے پھڑ کے باہواں
کرن والا ہی ٹُریا ایتھوں
دے کے اِک دِکھائی

کون چکے پھُل مرجھائے
جد لبھن ناز نہورے
در آیاں دی سار نہ لیندے
اج میرے ہرسائی (۲۲)

رسالہ "راوی" کی جدید پنجابی نظم: (قیام پاکستان سے تاحال):

قیام پاکستان کے بعد رسالہ ''راوی'' میں آزاد نظم کا آغاز نومبر ۱۹۵۲ء کو وحید قریشی کی نظم ''سویر ویلا'' سے ہوا۔ دسمبر ۱۹۶۰ء تک ۱۷ اُردو شماروں میں (جن میں کچھ پنجابی صفحات شامل ہوتے تھے) مختلف اصنافِ ادب کے علاوہ ۱۶ آزاد نظمیں بھی ''راوی'' کی زینت بنیں۔ جدید پنجابی نظم کا یہ دور زیادہ تسلی بخش نہیں۔ اس کی وجہ شاید یہ رہی ہو کہ ''راوی'' حصہ پنجابی قیام پاکستان کے بعد مکمل طور پر بند کر دیا گیا تھا۔ پھر ۱۹۵۱ء سے یہ سلسلہ تو شروع ہو گیا مگر انتہائی محدود تھا۔ یہ تناسب یوں سمجھا جا سکتا ہے کہ ''راوی'' کے دس سالہ دور (۱۹۵۱ء تا ۱۹۶۰ء) کے دوران ۱۷ شماروں میں مئی ۱۹۵۱ء میں صرف ایک صفحہ (غزل)، جنوری ۱۹۵۲ء ایک صفحہ (گیت)، مارچ ۱۹۵۲ء دو صفحات (غزل اور گیت)، نومبر ۱۹۵۲ء پانچ صفحے (ایک آزاد نظم، تین گیت، ایک پابند نظم)، فروری ۱۹۵۳ء میں دو صفحے (نظم اور گیت)، نومبر ۱۹۵۳ء ایک صفحہ (آزاد نظم)، جنوری ۱۹۵۴ء ایک صفحہ (غزل)، نومبر ۱۹۵۴ء ایک

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

صفحہ (آزاد نظم)، جنوری ۱۹۵۵ء تین صفحے (مضمون)، مارچ ۱۹۵۵ء چار صفحات (ایک پابند اور ایک آزاد نظم)، دسمبر ۱۹۵۶ء دو صفحے (آزاد نظم)، دسمبر ۱۹۵۷ء تیس صفحات (صرف ایک ڈراما)، مارچ ۱۹۵۸ء ایک صفحہ (پابند نظم)، دسمبر ۱۹۵۸ء تین صفحے (ایک پابند، دو آزاد نظمیں)، مارچ ۱۹۵۹ء دو صفحے (دو آزاد نظمیں)، جون ۱۹۵۹ء دو صفحے (ایک آزاد ایک پابند نظم)، مارچ ۱۹۶۰ء تین صفحے (تین آزاد نظمیں) اور دسمبر ۱۹۶۰ء میں چار صفحات پر ایک پابند اور تین آزاد نظمیں شائع ہوئیں۔ اس تناسب سے دیکھا جائے تو شعری اور نثری اصناف میں سے صرف آزاد نظم ہی ہے جو سب سے زیادہ شائع ہوئی۔ اس دور میں آزاد نظم لکھنے والے شعرا میں وحید قریشی، احمد راہی، محمد صفدر، انیس ناگی، انور ادیب، افضل حسین علوی، صفی صفدر، منیر نیازی اور محمد انور کے نام ملتے ہیں۔ اس دور میں موضوعاتی، فنی اور ہیئتی اعتبار سے بھی نظم میں کافی پختگی آئی۔ آزاد نظموں کے موضوعات کا اندازہ کرنے کے لیے نظموں کے موضوعات ''سویر ویلا''، ''میرے ہان دِیے مٹیارے''، ''جیوے شہر لہور''، ''نکّے نکّے سُکھ''، ''روون والے جھلّے''، ''مَیں''، ''بڈاریڑھی''، ''گھر''، ''بھُکھ''، ''راہی''، ''تن روپ''، ''زندگی''، ''اُڈیک''، ''ان ہونی لئی جتن''، ''ادھ سُرتی'' اور ''اِک بھُل'' ہیں۔ اُردو ادب کے معروف محقق، نقاد، اُستاد اور ادیب وحید قریشی کی نظم ملاحظہ کریں:

سُتّی صبح نے لَے انگڑائی
بھید رات دا پایا
لَے کے شمکاں سُورج کولوں
نیندر جال اُڈایا
کنبن لگی تریل پھُلّاں تے
مارِیاں سورج لشکاں
پھُل گلاب چوں نکلن لاٹاں
ہس ہس کھِڑیاں کلیاں
باغ نے چھوہی کہانی دن دی
واء نے بھرے ہنگارے (۲۳)

اس دور میں پنجابی نظم کے دو بنیاد گزار شاعر احمد راہی اور منیر نیازی کی نظموں کے علاوہ اُردو ادب میں ناموری اور شہرت حاصل کرنے والے چند نام ڈاکٹر وحید قریشی، انیس ناگی، صفی صفدر، انور ادیب اور محمد صفدر کے ہیں۔ محمد صفدر کی شخصیت اور پنجابی زبان و ادب کے حوالے اُن کی خدمات کی بابت ڈاکٹر عباس نجمی لکھتے ہیں:

صفدر میر اِک اجیہا انسان اے جیہدی شخصیت دے اِک توں چوکھے پہلو ہن۔ اوہ محض شاعر ای نہیں سگوں فکر و دانش تے علم و فضل دا مجسمہ وی اے۔ ایہہ گل اپنی تھاں تے افسوس ناک اے پئی احمد راہی، منیر نیازی ورگے عظیم شاعراں نوں پنجابی والے پاسے لا کے صفدر آپ پنجابی نوں ڈھیر نظماں نہیں دے سکے پر فیر وی اوہناں دے ذکر توں بغیر پنجابی نویں نظم دی گل اگے نہیں ودھ سکدی۔ ''نیلے دا اسوار'' اوہناں دی شاہکار کلاسیکی نظم اے... '' (۲۴)

محمد عباس نجمی کی محمد صفدر کے بارے میں رائے سو فیصد درست صحیح مگر ناقص ہے کیونکہ ''نیلے دا اسوار'' اُن کی ''شاہکار کلاسیکی نظم'' نہیں بلکہ تیس صفحات کا ریڈیائی ڈراما ہے جو ریڈیو پاکستان لاہور سے نشر ہوا تھا اور ریڈیو پاکستان کی اجازت اور شکریہ کے ساتھ ''راوی'' کی زینت بنا۔ محمد صفدر میر کی چار نظمیں اور ایک ڈراما ''نیلے دا اسوار'' رسالہ ''راوی'' کی زینت ہیں۔ اپنی نظم ''جیوے شہر لہور'' میں اس شہر کی تعریف اور فراخ دِلی بیان کرنے کے ساتھ ساتھ یہاں آباد ہونے والے اُن لوگوں کا بھی ذکر کرتے ہیں جو اپنی پرانی شناخت ہی بُھلا بیٹھے۔ وہ ''جیوے شہر لہور'' کہتے ہوئے اس شہر کی اعلیٰ ظرفی بیان کرتے ہیں کہ ''لاہور'' نے ہر آنے والے کو خوش آمدید ہی کہا ہے:

جیوے شہر لہور
جیون اِس دے جمّے جائے
جیون اِس دِیاں قبراں
جیون جو ایہناں گلیاں آ کے
بُھل گئے اپنیاں خبراں
جیون اوہناں دے دِل دے چور
جیوے شہر لہور (۲۵)

ISSN (P): 2709-9636 | ISSN (O): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

۱۹۶۱ء سے ۱۹۷۰ء تک کا دس سالہ دور سابقہ دور دس سالہ دور سے مطابقت رکھتا ہے۔ اس دوران کچھ پہلے اور کچھ نئے قلمکار سامنے آئے جنھوں نے آزاد نظم لکھی۔ اس دس سالہ دور میں کل ۱۷ شماروں میں حصہ پنجابی شامل ہوا جس میں باقی اصناف کے علاوہ تقریباً ۵۳ آزاد نظمیں شامل ہیں۔ آزاد نظم لکھنے والوں میں جہاں مذکورہ بالا شعرا نے نظم لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا وہیں کچھ نئے نام بھی سامنے آئے جن میں صبیحہ، نصیر ملکی، محمود شام، وحید، راحت نسیم ملکی، اسد اللہ غالب، مشتاق حسین سیّد، سعید احمد، ظفر اقبال، احمد سعید چن، خادم بزمی، نجم حسین سیّد، خالد احمد، یعقوب ناسک، ڈاکٹر لئیق بابری، احمد سلیم، امجد اسلام امجد، سہیل صفدر، اجمل نیازی اور انعام الرحمن سحری کے نام قابل ذکر ہیں۔

مندرجہ بالا نظم نگاروں میں نجم حسین سیّد کا نام قابل ذکر ہے۔ وہ اولڈ راوین ہیں۔ اُنھوں نے گورنمنٹ کالج، لاہور سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ وہ بیک وقت شاعر، نقاد، محقق، مترجم، اُستاد، مؤرخ اور پنجابی زبان و ادب کے سیوک ہیں۔ اُن کی نظمیں اور مضامین ۱۹۶۸ء سے تاحال "راوی" کی زینت بنتے رہتے ہیں۔ شاعری، ڈراما، تنقید اور ترجمہ شدہ لگ بھگ چھ درجن کتب شائع ہو چکی ہیں۔ اُن کا شعری و نثری اسلوب، لفاظی اور املا نت نئے تجربات کے باعث بالکل الگ تھلگ ہے۔ محمد عباس نجمی لکھتے ہیں:

> "ڈِھیمے تے کومل سُراں وچ کلام کرن والے نجم حسین سیّد کول کہن نوں بہت کُجھ اے۔ اوہ پنجاب دے تاریخی پچھوکڑ، کلاسیکی شاعری، لوک ریت تے صوفیانہ روایت توں فیض حاصل کر دیاں ہویاں اپنیاں نظماں تے کافیاں نوں اج دے دور دے مسئلیاں تے جدید معاشرتی رویاں نال جوڑ دیندا اے تے انج اوہدیاں نظماں ویلے دی آواز بن جاندیاں نیں۔" (۲۶)

نجم حسین سیّد کا اسلوب پنجابی ادب میں اپنی نوعیت کا منفرد اسلوب ہے۔ اُنھوں نے اپنی نظموں میں الٹراماڈرن ٹرینڈ دیا ہے اور پرانے موضوعات کو ہی نئے رنگ و آہنگ کے ساتھ پیش کیا ہے۔ منفرد انداز کی نظم "اجو کا جنگ نامہ" میں نجم حسین سیّد کی انفرادیت ملاحظہ کریں:

سبھ دماں دے وٹ وٹ سنگل
پِٹن اوس حسین نوں جیہڑا اجہ اَمویا
جس دی لوتھ دا کِھچّن ساڈا پِنڈا ہویا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 4, Issue I, (Jan to March 2023)

ہن کربل تا کی کھول کے کڈھو رتّے جوڑے

رتّے جوڑے پہن کے چڑھ جاؤ خالی گھوڑے

خالی گھوڑا پھیر کے گھر آوو راتیں

کوہتاں باجھوں ڈُھکدیاں ویکھو کیویں براتیں

دِنے مٹ بخورے لا کے ونڈو دُدھاں پانی

بوڑھو اوس یزید نوں جینے رمز پچھانی (۲۷)

۱۹۷۱ء سے ۱۹۷۸ء تک ''راوی'' میں حصہ اُردو کے ساتھ حصہ پنجابی شائع نہیں ہوا۔ اس دوران اپریل ۱۹۷۱ء، اپریل ۱۹۷۲ء، مئی ۱۹۷۳ء اور دسمبر ۱۹۷۶ء میں چار الگ پنجابی شمارے شائع ہوئے۔ ان شماروں کی مجلس ادارت بھی الگ تھی۔ چاروں شماروں کے مدیران بالترتیب مشتاق صوفی / نواز چودھری، مجید شیخ / زاہد کامران، عبدالمجید شیخ / زاہد کامران اور زاہد کامران / جاوید فیاض / شاہد چودھری تھے۔ ۱۹۷۹ء سے ۱۹۸۳ء تک حصہ اُردو کے ساتھ کچھ پنجابی صفحات پھر سے شائع ہونا شروع ہو گئے مگر اس دوران ایک بھی آزاد نظم شائع نہیں ہوئی۔ بہر حال ۱۹۷۱ء سے ۱۹۸۳ء تک کل ۲۷ آزاد نظمیں شائع ہوئیں جن میں سے ۱۳ نظمیں صرف ایک شمارے میں ہیں جو مشتاق صوفی کی زیر ادارت شائع ہوا تھا۔ مشتاق صوفی خود بھی شاعر تھے اور اُن دنوں اُردو پنجابی شاعری میں نئی نظم کی تحریک بھی زوروں پر تھی۔ یوں لگتا ہے کہ مشتاق صوفی نے شعوری کوشش کے تحت آزاد نظم کو فروغ دینے کی خاطر شمارے میں صرف آزاد نظم ہی شامل کی تھی جبکہ باقی مکمل شمارہ روٹین کے مطابق تھا جس میں اداریہ، مضامین، کہانیاں، ڈراما، غزل، کافی، رپورٹیں اور تراجم وغیرہ شامل تھے۔

۱۹۸۴ء کے بعد سے تاحال باقاعدگی کے ساتھ حصہ اُردو کے آخر میں حصہ پنجابی شائع ہوتا آرہا ہے۔ ۱۹۸۴ء سے ۲۰۰۰ء تک بھرپور پنجابی شعری و نثری ادب ''راوی'' کی زینت بنتا رہا ہے۔ اس دوران ۱۳۰ کے لگ بھگ آزاد پنجابی نظمیں شائع ہوئیں۔ نظم نگاروں میں جو نئے لکھنے والے اس دور میں سامنے آئے اُن میں وسیم احمد خان، محمد مالک بھلہ، پروفیسر محمد منیر لاہوری، بدر منیر الدین، صوفی تبسّم، لیاقت علی راوی، فاتح عالم، احمد ندیم، محمد عاطف رضوان، نیرّ صمدانی، عمران حیدر، ثاقب سلطان المحمود، فیض علی فیضی، شہزادہ سلطان احمر، امجد بھٹی، تسنیم حیدرانی، عظیم اقبال، اجمل نیازی، سیّد شمس الرحمن مشہدی، شاہد جعفری، منو بھائی، نوتیج بھارتی، احمد ظفر، احمد سلیم، ماجد صدیقی، اعظم ملک، آفتاب احمد شاہ، محمد عون شاہد، شریف کنجاہی، سلطان محمود آشفتہ، اختر حسین اختر، نسرین

انجم بھٹی، جسبیر سنگھ دھیمان، منور مسعود، زاہد حسن، بابو خان، محمد محبوب عالم چودھری، مشتاق احمد بیگ، اعجاز احمد، مشتاق علی خان بلوچ، خالد محمود سنجرانی، سیّد سجاد، عزیز احسن، مظفر حسین خان سلدیرا، صائمہ نصیر، نرگس روحی، شکیل احمد خان، محمد نعیم بزمی، شاہد فرید، محمد طاہر، ایثار احمد باجوہ، محمود خیام، عدنان چوہان، محمد عمر چودھری، ندیم احمد، نوید رؤف، محمد شاہد، عثمان حمید اور محمد عمران خان کے نام نمایاں ہیں۔

شریف کنجاہی جدید پنجابی نظم کے بانی شاعر ہیں۔ اُنھوں نے فارسی، اُردو اور پنجابی میں شاعری کی۔ اُن کے دو پنجابی شعری مجموعے "جگراتے" اور "اوڑک ہوندی لو" ہیں۔ اُن کی کچھ نظمیں "راوی" میں بھی شائع ہوئی ہیں۔ شریف کنجاہی نے اپنی نظموں میں نت نئے خیالات کو بڑی سادگی اور روانی کے ساتھ بیان کیا ہے۔ "راوی" میں شامل نظم "انگلش میڈیم" کی مثال ملاحظہ کریں:

اِک طوطے نے اِک مینا دے اگے جھورا جھُریا
دونویں ای معلوم اے تینوں
ہاں کد دے پنجریوے
انساناں دِیاں کجھ گلّاں دی نقل اسی ہاں کردے
کجھ رٹوائیاں نوں دہرایئے
جو آکھن اوہ آکھی جایئے
اِس دے بدلے چُوری کھایئے
پر انج اڑیئے!
اوہ حیوان ای سانوں جانن
بول اوہناں دے بولن تے وی
اپنے ورگے تے نہ سمجھن (۲۸)

شریف کنجاہی کی دوسری مختصر آزاد نظم "قسمت" کے عنوان سے ہے۔ مثال دیکھیں:

کچّی نوں ڈنگراں نے کھادا
پکّی نوں انساناں
کیہڑی کنک نصیباں والی

کیہہ دسّاں، کیہہ جاناں [۲۹]

رسالہ ”راوی“ میں آزاد نظم کا آخری دور ۲۰۰۱ء سے تاحال ہے۔ اس دوران بھی آزاد نظم باقاعدگی سے شائع ہوتی رہی ہے اور آج کل بھی متواتر ہو رہی ہے۔ ۲۰۰۱ء سے ”راوی“ کے مختلف شماروں میں آزاد نظم کا تناسب مختلف رہا ہے۔ اس دوران کل ۱۶۵ آزاد نظمیں رسالہ ”راوی“ میں شائع ہوئیں جن کی تفصیل کچھ یوں ہے:
”راوی“ ۲۰۰۱ء میں ۲۳ آزاد نظمیں، ۲۰۰۲ء میں ۲۲، ۲۰۰۳ء میں ۲۰، ۲۰۰۴ء میں ۱۸، ۲۰۰۵ء میں ۹، ۲۰۰۶ء میں ۹، ۲۰۰۷ء میں صرف ۲، ۲۰۰۸ء میں ۵، ۲۰۰۹ء میں ۶، ۲۰۱۰ء میں ۴، ۲۰۱۱ء میں ۶، ۲۰۱۲ء میں ۶، ۲۰۱۳ء میں ۵، ۲۰۱۴ء میں ۱۸ (گزشتہ شماروں سے انتخاب ۱۵۰ سالہ جشن کے موقع پر)، ۲۰۱۵ء میں ۵ اور ۱۷-۲۰۱۶ء کے سانجھے شمارے میں کل ۷ آزاد نظمیں شامل اشاعت ہوئیں۔ اس دورانیہ میں نئے لکھنے والے طلبہ اور مہمان قلمکاروں میں ابرار سحر، آسیہ ضیاء، سمعیہ ناز، محمد اشرف پروانہ، عائشہ خان، علی واصف چٹھہ، سرفراز رفیق، ساحرہ نیاز، ساحرہ عنایت، عتیقہ رحمن، شاذب رحمن، وقاص احمد مانگٹ، صابر علی، جہاں نواز، عبدالعظیم، شبیر احمد، سلمان الرشید، صائمہ نواز، سلمیٰ حق، ہما شاہد، سحر مجید، ارم جہانگیر، وحید اکرم، شہزادہ ضیاء، نعیم اشرف، حسنین غیور، محمد کنعان، کاوش دیوان، انور مسعود، تنویر ظہور، بشریٰ اعجاز، محمد ارشد، رابعہ اسلم، محمد عدیل، نجم السحر، مدیحہ گل، فرخ شفیق، منیزہ جاوید، محمد غیاث ارباب احمد، لخت پاشا، اقبال قیصر، اعزاز احمد آذر، افضل ساحر، غلام شبیر، عظمیٰ اشرف، عمر افتخار، عامر بٹ، ذیشان فراز، فیصل مجید، علی نقوی، راحیل چودھری، عابد عمیق، طلحہ ممتاز، بشریٰ سعید، محمد علی احمد شیخ، محمد احمد خان، عتیق الرحمن، صلاح الدین اولکھ، سلیم پاشا، غلام شبیر، غلام حسین ساجد، محمد اکرم سعید، شجاع الرحمن ڈوگر، قاسم رضا، شبانہ پاشا، خاقان حیدر غازی، قاسم شاہ، عدنان محسن، محمد زین وقاص بودلہ، حبیب الرحمن، احسان باجوہ، مدثر حفیظ، عائشہ اسلم، خلیل طوقار، سعادت سعید، غضنفر علی ندیم، انور زاہد، عاصم پڑھیار، نوید شہزاد، مرلی چوہان، نسرین انجم بھٹی، اقبال شاہد، حافظ قاضی محمد عمر نظامی اور رائے محمد خاں ناصر کے نام شامل ہیں۔

رسالہ ”راوی“ میں ۱۹۸۹ء تک شائع ہونے والی نظم کے فکری، فنی اور تکنیکی پہلوؤں کے حوالے سے عباس نجمی کی رائے ملاحظہ کریں:

”... جدید پنجابی نظم دی تحریک نوں منظم طریقے نال اگے ودھان وچ گورنمنٹ کالج لاہور دے رسالے ’راوی‘ دا کردار بڑا بھرواں تے تگڑا اے۔ صفدر میر، انیس ناگی، سلیم الرحمن، لئیق بابری، شہزاد احمد، نجم حسین سیّد تے غیر ملکی ادباں نال دلچسپی رکھن والے کجھ

> ہور شاعراں نے 'راوی' راہیں پنجابی نظم نوں نویں سوچ، نویں احساس، عصری شعور، تے جدید معاشی تے معاشرتی رویاں دے رنگ وچ رنگن دا جتن کیتا اَتے روایتی رومان پسندی، بے عمل تصوف، مذہبی تعصب تے جذباتی طرزِ عمل دی تھاں سائنسی تے فلسفیانہ سوچ نوں شعری تجربے وچ شامل کرن دی بھرویں کوشش کیتی۔ جدید پنجابی نظم دی ایہہ تحریک جس شان تے سنجیدگی نال شروع ہوئی سی اوس انداز نال اگے تے ودھی پر توڑ نہ اپڑی۔ ایہناں وچ کجھ کوی ذہانت تے تخلیقی جوہر رکھن دے باوجود سیاسی جبر تے ریاستی خوف پاروں پنجابی دے منکر ہو گئے تے کجھ ذاتی مصلحت دے تحت پنجابی شاعری دے پڑوچوں نس گئے۔ نویں پنجابی نظم دی ہسٹری نوں ادب دے روایتی سمندر دِیاں موجاں دے حوالے کر کے لک چھپ جان والے ایہہ شاعر اگر ہمت نہ ہار جاندے تے اج پنجابی نظم دا حلیہ ہور سوہنا ہُندا۔ (۳۰)

حاصل بحث یہ کہ رسالہ "راوی" خواہ گورنمنٹ کالج لاہور جیسے انگریزی تعلیمی ادارے کا ادبی رسالہ تھا لیکن انگریزی کے ساتھ ساتھ ورنیکلر زبانوں مثلاً اُردو، ہندی، پنجابی (فارسی رسم الخط اور گورمکھی) زبانوں کے ادب کی ترقی و ترویج میں اس رسالے نے نمایاں کردار ادا کیا۔ "راوی" میں پنجابی ادب کی اشاعت کے آغاز سے لے کر آج تک پنجابی زبان و ادب اور خاص طور پر جدید پنجابی نظم کی بھرپور اور جاندار روایت موجود ہے۔ یہ نظمیں خواہ تعلیمی ادارے کے رسالہ میں شائع ہوئیں اور زیادہ تر طالبعلمانہ کاوشیں تھیں لیکن پھر بھی جدید پنجابی نظم کے فروغ میں ان کی اہمیت سے انکار ممکن نہیں۔ اس رسالے نے پنجابی زبان اور ادب میں نظم و نثر ہر دو حوالے سے بھرپور کردار ادا کیا یہی وجہ ہے کہ جدید پنجابی نظم کی بھرپور اور جاندار روایت "راوی" کے اوراق میں محفوظ ہے۔ "راوی" میں اشاعت پذیر جدید پنجابی گورمکھی اور شاہ مکھی نظم کے مطالعہ سے جدید پنجابی نظم کے ارتقا کو سمجھنے میں بھرپور مدد ملتی ہے۔

حوالہ جات

1. H. L. O. Garrett, Abdul Hamid, A History of Government College Lahore (1864-1964), P: 12۵.

۲. عاصمہ قادری، ڈاکٹر، پنجابی کلاسیکی شاعری دا صنف ویروا (حصہ پہلا)، لاہور: کلیہ علوم شرقیہ، جامعہ پنجاب، ۲۰۱۱ء، ص:۵۔
۳. واصف لطیف، اگوائی، لاہور: مقصود پبلشرز، ۲۰۱۴ء، ص:۲۷۷۔
۴. عارف عبدالمتین، اکلاپے دامسافر، لاہور: ٹیکنیکل پبلشرز، ۲۰۱۰ء، ص:۴۲۔
۵. فیروزالدین فیروز، مولوی، فیروز اللغات، ص:۱۲۶۳۔
۶. شوکت علی قمر، ڈاکٹر، حرف نمازاں، لاہور: پبلشر نامعلوم، ۱۹۹۹ء، ص:۸۲۔
۷. امر تاپریتم، نویں رُت، لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۹ء، ص:۱۴۰۔
۸. سہیل احمد خان، ڈاکٹر، محمد سلیم الرحمن، منتخب ادبی اصطلاحات، لاہور: شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۵ء، ص:۱۶۱۔
۹. فخر زمان، ونگار، لاہور: کلاسیک، ۱۹۹۵ء، ص:۴۴۔
۱۰. پورن سنگھ، پروفیسر، "کھوہے اُتے" (گورمکھی نظم)، مشمولہ: رسالہ "راوی" لاہور: جلد:۲۰، شمارہ:۸، مئی ۱۹۲۶ء، ص:۲تا۵۔
۱۱. جوہر، "پریم یاترا" (گورمکھی نظم)، مشمولہ: رسالہ "راوی" لاہور: جلد:۲۰، شمارہ:۸، مئی ۱۹۲۶ء، ص: ۷،۸۔
۱۲. کرشن سنگھ، "ندی" (گورمکھی نظم)، مشمولہ: رسالہ "راوی" لاہور: جلد:۲۳، شمارہ:۶، مئی ۱۹۲۸ء، ص:۹،۱۰۔
۱۳. راجندر پینتل، "سِک" (گورمکھی نظم)، مشمولہ: رسالہ "راوی" لاہور: جلد:۲۷، شمارہ:۳، جنوری ۱۹۳۳ء، ص:۴۔
۱۴. اسلم، "سِک" (آزاد نظم)، مشمولہ: رسالہ "راوی" لاہور: جلد: ۲۷، شمارہ: ۴،۵، فروری، مارچ ۱۹۳۳ء، ص:۵۔
۱۵. ایڈیٹر (باوا بھوپندر سنگھ)، "ایڈیٹر نوٹ" (گورمکھی)، مشمولہ: رسالہ "راوی" لاہور: جلد:۲۹، شمارہ:۱، نومبر ۱۹۳۴ء، ص:۳۔

١٦. اوارہ، ”سینما“ (گورمکھی نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۲۹، شمارہ: ا، نومبر ۱۹۳۴ء، ص: ۳،۴۔
۱۷. ایڈیٹر (جسبیر سنگھ باوا)، ”ایڈیٹوریل“ (گورمکھی)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۳۴، شمارہ: ا، اکتوبر ۱۹۳۹ء، ص: ۳،۲۔
۱۸. محمد فخر الحق نوری، نثری نظم، لاہور: مکتبۂ عالیہ، س ن، ص: ۳۳۔
۱۹. پریت، ”اِکلّا مسافر“ (گورمکھی نثری نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۳۴، شمارہ: ا، اکتوبر ۱۹۳۹ء، ص: ۷،۶۔
۲۰. گورمیت، ”کیوں؟“ (گورمکھی نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۳۴، شمارہ: ۸، نومبر ۱۹۴۰ء، ص: ۸۔
۲۱. کلدیپ سنگھ، ”اِک رات“ (آزاد نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۳۴، شمارہ: ۱۱، مارچ ۱۹۴۱ء، ص: ۱۶۔
۲۲. گورجیت، ”مُرجھائے پھُل“ (گورمکھی نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۴۱، شمارہ: ۴، ۳، مارچ، اپریل ۱۹۴۷ء، ص: ۸،۷۔
۲۳. وحید قریشی، ”سویر ویلا“ (آزاد نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۴۶، شمارہ: ا، نومبر ۱۹۵۲ء، ص: ۲۹۔
۲۴. محمد عباس نجمی، ”راوی دِیاں لہراں“ (مضمون)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۸۴، شمارہ واحد، اگست ۱۹۹۷ء، ص: ۲۱۸۔
۲۵. محمد صفدر، ”جیوے شہر لہور“ (آزاد نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۴۸، شمارہ: ا، نومبر ۱۹۵۴ء، ص: ۶۸۔
۲۶. محمد عباس نجمی، ”راوی دِیاں لہراں“ (مضمون)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۸۴، شمارہ واحد، اگست ۱۹۹۷ء، ص: ۲۲۰۔
۲۷. نجم حسین سیّد، ”اجو کا جنگ نامہ“ (آزاد نظم)، مشمولہ: رسالہ ”راوی“ لاہور: جلد: ۶۱، شمارہ: ا، جنوری ۱۹۶۸ء، ص: ۱۵۹۔

۲۸. شریف کنجاہی، ''انگلش میڈیم'' (آزاد نظم)، مشمولہ: رسالہ ''راوی'' لاہور: جلد: ۸۲، شمارہ واحد، اگست ۱۹۹۵ء، ص: ۲۴۰۔

۲۹. شریف کنجاہی، ''قسمت'' (آزاد نظم)، مشمولہ: رسالہ ''راوی'' لاہور: جلد: ۸۲، شمارہ واحد، اگست ۱۹۹۵ء، ص: ۲۴۰۔

۳۰. محمد عباس نجمی، ''راوی دِیاں لہراں'' (مضمون)، مشمولہ: رسالہ ''راوی'' لاہور: جلد: ۸۴، شمارہ واحد، اگست ۱۹۹۷ء، ص: ۲۲۱۔